POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 24-25 January 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 23-01-2024 • Price: 5/- • 1-7 February 2024 • Issue: 5 • Vol:83

یکم تا ۷ فروری ۲۰۲۴ء • شمارہ: ۵ • جلد: ۸۳

صحتِ زبان (۱۱)

رؤف پاریکھ

☆ پایۂ تخت یا پائے تخت؟

'پا' فارسی کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں پاؤں یا قدم اور 'پا' بنیاد یا اصل کو بھی کہتے ہیں[1]۔ پاپوش (جوتی) میں بھی یہی 'پا' ہے جو پاؤں کے معنی میں ہے۔ 'پوش' چونکہ فارسی مصدر پوشیدن یعنی پہننا یا ڈھانپنا سے ہے لہٰذا پوش اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو کسی چیز کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کی جائے[2] جیسے ستر پوش، میز پوش۔ پوش کے ایک معنی ڈھانپنے والا اور پہننے والا کے بھی ہیں[3]، جیسے نقاب پوش، سفید پوش، کفن پوش اور عیب پوش۔ شیخ ظہورالدین حاتم کا شعر ہے:

در پے ہے عیب جُو ترے حاتم تو غم نہ کھا
دشمن ہے عیب جُو تو خدا عیب پوش ہے

پوش اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو پہنی جائے جیسے پاپوش (یعنی وہ چیز جو پاؤں میں پہنی جائے، جوتا)۔

لیجیے پاپوش پر ایک مشہور شعر یاد آ گیا:

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

دراصل 'کرن' سورج کی شعاع کو کہتے ہیں اور گوٹا کناری یا سنہرے تار کو بھی 'کرن' کہتے ہیں[4]۔ اس تار کو بعض اوقات جوتی میں بھی آرائش کے لیے لگایا جاتا ہے، شاعر نے اسی سے فائدہ اٹھا کر بات کہاں سے کہاں پہنچادی۔

خیر، یہ کوئی اور ہی ذکر نکل آیا، بات ہو رہی تھی 'پا' کی، جس کے معنی پاؤں بھی ہیں اور بنیاد یا اصل بھی۔ ایک اور لفظ ہے 'پایہ'۔ یہ بھی فارسی کا لفظ ہے۔ سیڑھی کے جس تختے یا ڈنڈے پر پاؤں رکھتے ہیں اسے پایہ کہتے ہیں[5]۔ گویا زینے کا وہ حصہ جس پر پیر رکھ کر اوپر چڑھتے ہیں پایہ کہلاتا ہے۔ پایہ عزت، مرتبے اور درجے کے معنی میں بھی آتا ہے[6]۔ جیسے وہ بڑے اعلیٰ پایے کے فن کار ہیں۔ کرسی یا پلنگ وغیرہ کے پاؤں کو اور بکرے یا گائے کے پاؤں کو بھی پایہ کہتے ہیں[7] جس کی جمع اردو میں پائے ہے اور پائے کھانے والے جانتے ہیں کہ لاہور میں 'پھجے دے پائے' یعنی 'پھجے کے پائے' کتنے مشہور ہیں۔ ہمارے ایک دوست نے عیدالاضحیٰ پر قربانی کی تو اپنے مذبوح بکرے کے درجات بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ 'اس کی تو سِری بھی پائے کی تھی'۔ لیکن یہاں پائے کا لفظ درجے یا مرتبے کے لیے (بھی) آیا ہے۔

لیکن اہم بات یہ ہے کہ بنیاد یا اصل یا قدم کے معنی میں 'پایہ' نہیں بلکہ 'پا' استعمال کرنا چاہیے۔ 'پا' استحکام یا مضبوطی کا کنایہ بھی ہے اور اسی لیے دارالحکومت یا دارالسلطنت یا راج دھانی یا دارالخلافہ کو 'پائے' تخت' کہتے ہیں (حالانکہ اب خلافت کہاں رہی لیکن دارالحکومت کو دارلخلافہ بھی کہتے ہیں)۔ اسے 'پایۂ' تخت لکھنا اور بولنا درست نہیں ہے[8]۔ اردو لغت بورڈ نے پائے تخت (بغیر ہمزہ کے) درج کرکے اس کی سند میں انعام اللہ خاں یقین کا یہ شعر دیا ہے[9]:

اب تلک ویراں پڑا ہے یہ جنوں کا پاے تخت
پھر کسی نے بعد مجنوں کے نہ دی ہاموں کی داد

یہاں اگر پاے/ پائے تخت کو پایۂ تخت لکھا یا پڑھا جائے تو مصرع بحر سے خارج ہو جائے گا اور یقین سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اسٹین گاس نے بھی اپنی لغت میں 'پای تخت' (یعنی چھوٹی 'ی' سے) لکھا ہے۔

یہاں ذرا سی وضاحت کردی جائے کہ جدید فارسی میں یاے مجہول (یعنی بڑی ے) استعمال نہیں ہوتی اور صرف یاے معروف (یعنی چھوٹی ی) کا رواج ہے۔ اسی لیے اسٹین گاس کی لغت میں پاے تخت کو پای تخت (چھوٹی ی سے) لکھا گیا ہے۔ اس ضمن میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے موقعے پر ہمزہ (ء) کا کوئی کام نہیں ہوتا اور اردو میں بھی اسے ''پائے تخت'' لکھنے کی بجائے بغیر ہمزہ کے یعنی 'پاے تخت' لکھنا چاہیے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی[10] اور رشید حسن خاں[11] نے بھی لکھا ہے کہ ایسے الفاظ و مرکبات مثلاً چاے، گاے، پاے، پاے تخت، باباے اردو وغیرہ میں 'ے' پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے۔ بات اصولاً درست ہے لیکن زبان میں رواج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور اردو میں ہمزہ کا استعمال اتنا رائج ہے کہ اب ان الفاظ میں ہمزہ نہ لکھا جائے تو بعض اوقات مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ کلاس میں کبھی ہم اردو املا کے اصول پڑھاتے ہوئے تختۂ سیاہ (اب یہ تختۂ سفید ہونے لگا ہے) پر 'گاے' (یعنی ہمزہ کے بغیر) لکھتے تو بعض طالب علم کہتے سر یہ بغیر سینگوں کی ہے اور چاے (یعنی بغیر ہمزہ کے) لکھتے تو کلاس کے کسی کونے سے دبی سی آواز آتی ''یہ بغیر چینی کی ہے''۔ ہمزہ کو سینگ اور چینی سمجھنے والی قوم کا املا کیسے ٹھیک کیا جائے؟

دراصل ہمزہ (ء) الف کا قائم مقام ہے اور گاے اور چاے جیسے الفاظ کا تلفظ 'گا اے' اور 'چا اے' نہیں ہے اس لیے یہاں ہمزہ کا کوئی کام نہیں ہے۔ اسی طرح بعض مرکبات مثلاً تمناے وصل، سوے چمن، بوے گل اور نواے ادب وغیرہ میں 'ے' حرفِ اضافت کے طور پر آتی ہے اور ہمزہ سے بھی مرکبات میں حرفِ اضافت کا کام لیا جاتا ہے۔ گویا یہاں 'ے' کسرۂ اضافت کی قائم مقام ہے[12]۔ لہٰذا سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک لفظ پر دو بار حرفِ اضافت لکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ بلکہ بقولِ غالبؔ ایسے موقعے پر ہمزہ لکھنا عقل کو گالی دینا ہے۔ لیکن جو چیز زبان میں رائج اور مقبول ہو اسے بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی عقل کو گالی دیے جاتے ہیں یعنی مجبوراً چائے، گائے اور پائے تخت لکھتے ہیں، ہمزہ کے ساتھ۔

☆ جل تھل ایک ہونا

جل تھل ایک ہونا کو بعض لوگ جل تھل ہونا کہتے ہیں، یعنی اس میں 'ایک' کا لفظ نہیں بولتے۔ خاص طور پر ٹی وی کے افلاطون و ارسطو بارش کی خبر دیتے ہوئے کہتے ہیں جل تھل ہو گیا یا جل تھل ہو گئی۔ یہ درست نہیں ہے، اس میں 'ایک' کہنا ضروری ہے، یعنی صحیح محاورہ ''جل تھل ایک ہونا'' ہے۔ فرہنگِ آصفیہ نے بھی جل تھل ایک ہونا درج کیا ہے۔ اس محاورے میں 'جَل' دراصل جلنا (یعنی آگ لگنا) والا جل نہیں ہے بلکہ یہاں 'جَل' (جیم پر زبر) کا مطلب ہے پانی[13]۔ اس کی ضد ہے 'تَھل' (تھ پر زبر) اور تھل کے معنی ہیں خشکی، چٹیل میدان (دیگر معنی بھی ہیں)[14]۔ جل تھل ایک ہونا کا مطلب ہے کہ اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ پانی اور خشکی ایک ہو گئے، یعنی ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا، خشکی کی جگہ بھی پانی ہو گیا۔ یعنی بہت زیادہ بارش ہوئی۔

جل تھل ایک ہونا میں جو 'جل' یعنی پانی ہے وہ اردو کے بعض دوسرے مرکبات میں بطور سابقہ استعمال ہوتا ہے، مثلاً جل پری یعنی پانی کی پری، یہ ایک مفروضہ مخلوق ہے جس کا آدھا دھڑ مچھلی کا اور آدھا

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

عورت کا ہوتا ہے (لیکن یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں)۔ اسی طرح جل ترنگ میں بھی جل کا لفظ پانی کے معنوں میں ہے۔ دھاتی پیالیوں میں پانی بھر کر اس کے کنارے چھوٹی ڈنڈیوں سے بجاتے تھے جس سے ترنگ (یعنی آواز یا تان) پیدا ہوتی تھی (ویسے ترنگ کیف و سرور اور خوشی کی لہر یا جذبے کو بھی کہتے ہیں)۔ اس لیے جل ترنگ نام ہوا۔ اسی طرح ایک کیڑا جو پانی پر دوڑتا ہے جل بھونرا کہلاتا ہے۔ مرغابی کو جل ککڑ بھی کہتے ہیں۔ پانی کے کوّے کو جل کاگ کہتے ہیں اور مجازاً ماہی گیر اور غوطہ خور کو بھی جل کاگ کہہ دیتے ہیں۔ پانی کی بلّی کو جل بلاؤ بھی کہا جاتا ہے۔ ان سب مرکبات میں جل دراصل پانی کے معنی میں ہے۔

تو درست محاورہ ہے: جل تھل ایک ہونا یا ہوجانا۔

☆ چاہت: کیا یہ کوئی لفظ نہیں؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصل لفظ 'چاہ' ہے (محبت کے معنی میں) اور اس پر عربی کے انداز میں 'ت' کا اضافہ غیر ضروری ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ چاہت کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ وارث سرہندی نے بھی 'چاہت' کے معنی محبت، پیار، الفت لکھ تو دیے ہیں لیکن اسے 'چاہ' سے رجوع کرادیا ہے[15]۔

بات یہ ہے کہ قواعد، لسانیات اور لغت نویسی کا مسلمہ اصول ہے کہ لفظ کے معنی اس کے استعمال سے طے ہوتے ہیں اور اگر کسی لفظ میں کسی زبان کے مستند لکھنے والوں نے کوئی تصرف کرلیا ہے تو اس زبان کی حد تک وہی استعمال درست ہے۔ اردو میں مستعمل فارسی، ہندی، انگریزی، ترکی اور عربی کے بلا مبالغہ ہزاروں الفاظ ایسے ہیں جن میں تصرّف اور تبدّل کرلیا گیا ہے اور انھیں مستند اہلِ قلم نے استعمال بھی تصرف اور تبدیلی کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ اردو میں یہ تصرف کے ساتھ درست مانے جاتے ہیں۔ مثلاً انگریزی کے لفظ لینٹرن (lantern) کو ہم نے 'اُردُوا' لیا اور 'مؤرّد' ہوکر یہ لفظ لالٹین بن گیا۔ اب اردو میں لالٹین ہی درست ہے۔ اردو میں لینٹرن کہنا محض تکلف ہی سمجھا جائے گا۔ انگریزی کے لفظ اسپینر (spanner) (ایک اوزار کا نام) کا تلفظ انگریزوں کے منھ سے سن کر ہم اسے 'پانا' سمجھے (کہ انگریزی لفظ کے آخر میں آنے والا حرف 'آر' (R) انگریز کے منھ سے الف یا ہلکی سی 'ہ' کی صورت میں نکلتا ہے)۔ گویا اس لفظ کی 'تارید' ہوگئی اور اب اردو میں 'پانا' ہی درست اور فصیح مانا جائے گا۔ اسی طرح رنگروٹ دراصل انگریزی کے لفظ ریکروٹ (recruit) کی اردو شکل ہے۔

کچھ یہی کیفیت لفظ 'چاہت' کی بھی ہے۔ لفظ 'چاہ' یقیناً سنسکرت سے آیا ہے (یعنی فارسی 'چاہ' بمعنی کنواں سے قطع نظر) لیکن اس میں اردو والوں نے 'ت' لگا کر اپنا ایک لفظ بنالیا ہے اور اسے بڑے شعرا و ادبا نے استعمال بھی کیا ہے، مثلاً اردو لغت بورڈ نے 'باغِ اردو' نامی کتاب (۱۸۰۲ء) سے اس کی قدیم ترین سند دی ہے[16]۔ اس کے بعد سند کے لیے میر انیس کا یہ شعر دیا ہے:

اے بیتِ مقدس تری عظمت کے دن آئے
اے چشمۂ زمزم تری چاہت کے دن آئے

امیر مینائی نے بھی لکھا ہے کہ لفظ چاہت بمعنیِ محبت درست ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ چاہ ہندی کا لفظ ہے اور اس کے بعد عربی کی طرز پر تائے مصدری کے طور پر 'ت' کا اضافہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ استعمالِ عام ہے اور اسے غلط شمار نہیں کرنا چاہیے[17]۔ امیر نے ناسخ اور پھر رشک کی سند بھی دی ہے۔ ناسخ کا شعر ہے:

میری چاہت نے کیا آگاہ اس طنّاز کو
ہے بجا سمجھوں وکیل اپنا اگر غمّاز کو

اور رشکؔ کا شعر ہے:

چاہت نے جو دکھائے مزے دل کے لاگ میں
یہ لطف کھیل میں نظر آیا نہ لاگ میں

بہرحال، عرض یہ کرنا ہے کہ لفظ 'چاہت' کا استعمال استاد شعرا کے ہاں ملتا ہے لہٰذا اس کی ثقاہت پر سوال اٹھانا مناسب نہیں۔ چاہ کے ساتھ چاہت بھی بالکل درست ہے۔

☆ چُرانا، چَرانا اور چَرّانا

ایک صاحب نے بڑھاپے میں کھلاڑی بننے کے شوق میں سخت ورزش شروع کردی۔ ایک دوست کہنے لگے کہ ان صاحب کو اس عمر میں یہ کیا شوق 'چُرایا' ہے؟ ہم نے عرض کی کہ یہاں 'چُرایا' کا نہیں 'چَرّایا' کا محل ہے۔

چُرانا (یعنی چے پر پیش کے ساتھ) تو چوری کرنا کے معنوں میں ہے لیکن چَرّانا (یعنی چے پر زبر اور رے پر تشدید) کا مطلب ہے زخم کے خشک ہونے کے بعد اس میں ہلکی ہلکی چبھن یا خارش ہونا، زخم کی سوکھی ہوئی کھال یا کھرنڈ کا تڑخنا یا پھٹنا[18]۔ عام طور پر زخم پر کھرنڈ جم جائے تو کھجانے کو بہت دل چاہتا ہے۔ اسی سے چَرّانا کا لفظ مجازی معنوں میں آگیا اور اسے خواہش اٹھنا یا دل چاہنا کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔ اردو میں 'شوق چَرّانا' محاورہ ہے یعنی اچانک دل میں کوئی ولولہ اٹھنا (جیسے کھجلی اٹھتی ہے)، دل و دماغ پر کسی خیال کا چھاجانا، خواہ مخواہ کوئی کام کرنے کا دل میں جذبہ پیدا ہونا۔ ایک اور لفظ بھی ان معنوں میں آتا ہے اور وہ ہے چَرپَرانا (چے پر زبر، پے پر زبر)، لفظی معنی ہیں: مرچیں لگنا، جلن محسوس کرنا، تیزی محسوس کرنا، زخم کا خشک ہوکر تڑخنا اور مرادی معنی ہیں کسی بات کا اشتیاق پیدا ہونا[19]۔

ایک اور لفظ چَرانا ہے (یعنی چے پر زبر کے ساتھ لیکن رے پر تشدید کے بغیر)۔ اس کا مطلب ہے جانور کو گھاس کھلانا۔ تو یاد رکھیے کہ چَرانا، چُرانا اور چَرّانا تینوں الگ الگ مفہوم کے حامل ہیں۔ گویا یوں کہنا چاہیے کہ فلاں صاحب کو اس عمر میں کیا شوق چَرّایا ہے؟ اردو لغت بورڈ کی لغت اور فرہنگِ تلفظ[20] سے ان معنوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

☆ خرگوش میں 'خر' گدھا نہیں ہے

خرگوش کے نام میں دو لفظ ہیں خر اور گوش۔ گوش چونکہ فارسی میں کان کو کہتے ہیں اور خر کا مطلب ہے گدھا اس لیے کچھ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ خرگوش کا مطلب ہے گدھے کے کان والا، کیونکہ خرگوش کے کان گدھے کے کانوں کی طرح لمبے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسٹین گاس نے بھی اپنی لغت میں خرگوش کے معنی گدھے کے کان والا لکھے ہیں۔

لیکن ایک خیال یہ بھی ہے کہ خر کا مفہوم گدھا ہے تو سہی لیکن خرگوش میں خر گدھے والا خر نہیں ہے بلکہ یہاں خر کا مفہوم ہے: بڑا۔ خود اسٹین گاس نے اپنی لغت میں ''خر'' کے ایک معنی largest (یعنی سب سے بڑا یا سب سے وسیع) لکھے ہیں[21]۔ لہٰذا اس سے بھی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خرگوش کا مطلب ہے بڑے کانوں والا۔ وحید الدین سلیم نے بھی اپنی کتاب وضعِ اصطلاحات میں خر کو ایک سابقہ بتایا ہے اور معنی لکھے ہیں بڑا۔ مثال دی ہے خرگوش اور خرگاہ وغیرہ[22]۔

لیکن عبدالستار صدیقی صاحب کا کہنا تھا کہ خر کا مطلب گدھا تو ہے اور اس کا مفہوم بڑا بھی ہے لیکن خرگاہ میں خر نہ تو گدھے کے معنی میں ہے اور نہ بڑا کے معنی میں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ دراصل عربی لفظ خُرّہ یا خَرّہ کی ایک صورت ہے اور اس کے معنی ہیں شان و شوکت، جاہ و جلال۔ اسی لیے خرگاہ کے معنی ہوں گے شان و شوکت کی جگہ[23]۔ اسٹین گاس نے خرگاہ کے معنی لکھے ہیں: خیمہ۔ اور اس کے مطابق یہ کسی بڑی سی رہائش کو بھی کہتے ہیں اور ایسے بڑے خیمے کو بھی جسے منتقل کیا جاسکے۔ اسٹین گاس نے خرگاہِ ازرق (یعنی بڑا، نیلا خیمہ) لکھ کر بتایا ہے کہ یہ مجازاً آسمان کو کہتے ہیں اور خرگاہِ گاؤ پشت بھی آسمان کے معنی میں ہے۔ خرگاہِ ماہ یا خرگاہِ قمر اس ہالے کو کہتے ہیں جو چاند کے اردگرد کبھی موسمی اثرات سے نظر آتا ہے۔ شان الحق حقی نے فرہنگِ تلفظ میں خر کے تحت خرگاہ اور خرسنگ لکھ کر ان کے معنی دیے ہیں: بڑا خیمہ۔

بہرحال، خرگوش کی وجہِ تسمیہ مشکوک یا نامعلوم ہی کہلائے گی۔ لیکن عبدالستار صدیقی کی تحقیق کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

حواشی:

۱۔ فرہنگِ آصفیہ (مرتبہ سید احمد دہلوی) مبنی بر چہار جلد، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء)۔
۲۔ A Comprehensive Persian-English Dictionary (مرتبہ ایف اسٹین گاس F. Steingass) لاہور: سنگ میل ۲۰۰۰ء (عکسی طباعت، اشاعتِ اول ۱۸۹۲ء)۔
۳۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد چہارم (کراچی اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۲ء)۔
۴۔ علمی اردو لغت (مرتبہ وارث سرہندی) (لاہور: علمی کتب خانہ، ۲۰۰۵ء)۔
۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد ۳ (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۱ء)۔
۶۔ ایضاً۔
۷۔ فرہنگِ جامع، فارسی بہ انگلیسی و اردو (مرتبہ علی رضا نقوی)، (اسلام آباد: رایزنی فرہنگی سفارتِ جمہوری اسلامی ایران، ۱۳۸۲ھ ش)، چاپ دوم؛ نیز Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English، (مرتبہ جان ٹی پلیٹس John T. Platts)، (لندن: کراسبی لاک وڈ اینڈ سنز، ۱۹۱۱ء) (اشاعتِ اول ۱۸۸۴ء)۔
۸۔ مولانا سید مختار احمد و مولانا ذہین، قاموس الاغلاط (حیدرآباد دکن: مکتبۂ ابراہیمیہ، ۱۹۴۵ء)، ص ۲۶؛ نیز احسان دانش، لغات الاصلاح (لاہور: مکتبۂ دانش، ۱۹۵۲ء)۔
۹۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد ۳، محولۂ بالا۔
۱۰۔ مقالاتِ صدیقی (مرتبہ مسلم صدیقی)، (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکیڈمی، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۲۔
۱۱۔ اردو املا (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۸۵، ۴۰۶ (دوسرا ایڈیشن)۔
۱۲۔ شوکت سبزواری، اردو لسانیات (کراچی: مکتبۂ تخلیقِ ادب، ۱۹۶۶ء)، ص ۹۲۔
۱۳۔ فرہنگِ آصفیہ، محولۂ بالا۔
۱۴۔ پلیٹس، محولۂ بالا۔
۱۵۔ علمی اردو لغت، محولۂ بالا۔
۱۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ۷ (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۶ء)۔
۱۷۔ امیر مینائی، سرمۂ بصیرت و معیار الاغلاط (مرتبہ فائزہ زہرا مرزا)، (کراچی: شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۲۱ء)، ص ۲۰۲۔
۱۸۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ۷، محولۂ بالا۔
۱۹۔ ایضاً۔
۲۰۔ فرہنگِ تلفظ (مرتبہ شان الحق حقی)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء) (دوسرا ایڈیشن)۔
۲۱۔ اسٹین گاس، محولۂ بالا۔
۲۲۔ وضع اصطلاحات (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۶۵ء) ص ۱۰۹ (اشاعتِ ثالث)
۲۳۔ مقالاتِ صدیقی، محولۂ بالا، ص ۲۶۷۔

ڈاکٹر رؤف پاریکھ
سابق پروفیسر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی
drraufparekh@yahoo.com

فنِ خطاطی کا آغاز: عروج وزوال

عارف عزیز

قدرتِ خداوندی نے حضرتِ انسان کو جن بے شمار صلاحیتوں سے نواز، اُن میں جوہرِ خطابت جہاں ایک بیش بہا عطیہ ہے وہیں اعجازِ قلم بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ بالخصوص قلم کی مصوری، رنگ سازی اور فرماں روائی کا نقش تو لوحِ ذہن پر ہی مرتسم نہیں ہوتا، اس کا برپا کیا ہوا انقلاب نہایت دوررس نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر میں دنیا کی تمام متمدن اقوام قلم کی برکتوں سے مالا مال ہیں اور ذہن وفکر کی جلا میں اس کا بھرپور استعمال کررہی ہیں، قلم کی اس طاقت بلکہ عظمت کو آج کی متمدن دنیا ہی تسلیم نہیں کرتی ازل سے اس کے گوناگوں اعجاز کا اعتراف کیا جارہا ہے۔ خود قرآن حکیم نے اس کی عظمت کی قسم کھائی ہے۔ 'قلم اور اس کی تحریر کی قسم' (سورہ ن) 'اور تمھارا رب کرم والا ہے جس نے قلم سے تحریر سکھائی' (سورہ علق)۔ یہ وہ پہلی آیت ہے جو نبوت سے سرفرازی کے بعد آنحضرتؐ پر غارِ حرا میں نازل ہوئی، صحیح حدیث میں منقول ہے 'نبیؐ نے فرمایا کہ خالقِ کائنات نے سب سے پہلے قلم کی تخلیق کی پھر اس سے کہا لکھ، تو قلم نے لوحِ محفوظ پر وہی تحریر کیا جو تقاضائے کن تھا' لہٰذا صفحۂ کائنات کے ہر حرف بلکہ ہر نقطہ سے کاتبِ ازل کے نورِ کبریائی کا ظہور ہوتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ 'قلم کو رب العالمین کا حکم ہوا کہ میثاقِ عرش پر پہلے اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو لکھے، قلم نے چار سو برس تک صرف لا الٰہ الا اللہ تک لکھا، ایک اور روایت میں ہے کہ قلم نے اس کے بعد عرض کیا کہ یارب العالمین تو بے مثل ہے پھر تیرے نام کے ساتھ یہ برگزیدہ ہستی کس کی ہے، باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ نام میرے حبیب کا ہے تو لکھ محمد رسول اللہ، جب قلم نے اسے لکھا تو 'م' کے بعد 'ح' کی کشش پر قلم ترخ گیا یعنی نوکِ قلم پر شگاف پڑ گیا، اسی لیے قلم کی نوک یا نب میں شگاف لگایا جانے لگا، 'تبیان' میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرتِ آدمؑ کو لکھنا تعلیم فرمایا اور جس نے سب سے پہلے لکھا وہ حضرت ادریسؑ تھے، قلم کی ایجاد بھی ان سے منسوب ہے۔

کعب بن مالکؓ کو راوی قرار دے کر ابنِ ندیم نے 'الفہرس' (بابِ اول مطبوعہ جرمنی 1881) میں درج کیا ہے کہ رسم الخط کے موجد حضرت آدمؑ ہیں، انھوں نے اپنی وفات سے تین سو سال قبل رسومِ خط کو کچی اینٹوں پر ثبت کرکے اور ان اینٹوں کو آگ میں پکا کر زمین میں دفن کردیا، طوفانِ نوح کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو ان کے نقوش کو رسم الخط سے تعبیر کیا گیا گویا حضرتِ آدمؑ کے رسم الخط اور اس کے رواج کے لیے حضرت ادریسؑ نے قلم ایجاد کیا۔

مختلف زبانوں کے حروف، نقاط اور رسومِ خط کی اختراع کے بارے میں متضاد نظریات ودعوے ملتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ باقاعدہ لکھنے کا آغاز اشوریوں سے ہوا، احمریوں کے طرزِ کتابت کو مسندی کہتے ہیں جس میں ہر لفظ الگ الگ رقم کیا جاتا تھا اور ان کی زبان عربی تھی، اس لیے عربی خط کو تمام خطوں کی ماں کہا جاتا ہے، احمریوں کے دورِ حکومت میں عربی فنِ کتابت نے ترقی کی، بصرہ اور کوفہ میں اس کو فروغ ہوا جس کا عکس خطِ کوفی میں ملتا ہے، یہی رسم الخط کا پہلا ترقی یافتہ نمونہ تسلیم کیا جاتا ہے جو عالمِ عرب کے مشرق میں رائج تھا، بعد میں اس کی ترقی وتوسیع موجودہ خطِ نسخ کی صورت میں ہوئی اور ان خطوط میں فنی مہارت پیدا کرنے کو خطاطی یا خوش نویسی سے موسوم کیا گیا۔ طلوعِ اسلام کے بعد خطاطی کے اس فن کو مسلمانوں نے کافی فروغ دیا اور اس میں جمالیاتی حسن کے وہ نمونے پیش کیے کہ اپنے عہد کا یہ ایک مہذب و محترم فن بن گیا۔

مصوری وخطاطی کی بنیادی ہیئت میں کچھ زیادہ فرق نہیں لیکن مصوری کے لیے اسلامی معاشرے میں پابندی عائد ہونے کی وجہ سے آرائش وزیبائش کے جذبے کی تسکین کی فطری ضرورت کے طور پر بھی فن خطاطی کو فروغ ملا اور یہ اہلِ ذوق واہلِ ثروت کی سرپرستی میں اظہار کا ایک موثر وسیلہ بن گیا۔ شاہوں سے فقیروں تک کے لیے اس میں مہارت پیدا کرنا اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ایک اعزاز تصور کیا جانے لگا۔

عربی میں فنِ خطاطی کے آغاز کے بارے میں عام طور پر ماہرین کا اختلاف ہے لیکن یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس کو بعثت شریف کے بعد اس وقت عروج حاصل ہوا جب عربی قرآنِ حکیم کی زبان بن گئی اور اس کے رسم الخط میں اس صحیفۂ آسمانی کو رقم کیا جانے لگا۔ پہلی وحیِ الٰہی یعنی قرآن کی ابتدائی آیات کو لکھنے کا شرف خالد بن سعد بن العاصؓ کو حاصل ہوا، مکی زندگی میں چاروں خلفائے راشدینؓ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی، مدنی زندگی میں کاتبانِ وحی کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں سب سے نمایاں نام حضرت ابی بن کعبؓ کا ہے جنھیں آخری وحی لکھنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن سعید اصحابِ صفہ میں شامل ایک خوش نویس صحابی تھے جو طلبہ کو لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے (شاہ مصباح الدین شکیل، مضمون 'سرورِ کونین معلمِ کتاب وحکمت'، روزنامہ 'آزاد ہند' کلکتہ، 26 جولائی 1991، صفحہ 3)

مشہور مورخ بلاذری نے لکھا ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت مکہ میں قریش کے صرف 17 افراد نوشت وخواند (پڑھنے و لکھنے) سے واقف تھے حالاں کہ وہ خود کو عرب کہتے تھے جس کے معنی 'زبان آور' کے ہیں، انھیں اپنی فصاحت وبلاغت پر اس حد تک ناز تھا کہ باقی ساری دنیا ان کے نزدیک عجم یعنی 'گونگی' تھی، اسیرانِ بدر میں سے بعض کو فدیہ کے طور پر انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دینے کے بعد ایک خاصی تعداد فنِ کتابت سے آشنا ہوگئی، امہات المومنینؓ نے بھی اس فن میں کمال حاصل کیا۔

محمود حسن قیصر کی تحقیق کے مطابق پہلی صدی ہجری میں چمڑے پر لکھے ہوئے قرآنِ پاک کے 34 اوراق ملے ہیں جن کو حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ کا بکری کی کھال پر تحریر قرآنِ کریم کا ایک قدیم نسخہ انڈیا لائبریری لندن میں اور دوسرا تاشقند میں محفوظ ہے، (محمد ضمیر الدین نظامی، مضمون 'خطاطی' روزنامہ سیاست حیدرآباد، 18 اکتوبر 1996، صفحہ 5) لیکن اس سے پہلے اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے جو مکتوب ہم عصر بادشاہوں یا حکمرانوں کو بارگاہِ نبوت سے ارسال کیے گئے اور جن میں سے بیشتر آج مطبوعہ شکل میں موجود ہیں ان کے مطالعہ وجائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ عربی رسم الخط اس زمانے میں کتنا ترقی کرچکا تھا، یہ آج کے خطِ نسخ کے بجائے خطِ کوفی سے زیادہ قریب ہے، خطِ کوفی میں ہی فنِ خطاطی کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کی بنیاد کوفہ میں پڑنے کی وجہ سے اسے کوفی کہا جانے لگا، اس طرزِ تحریر میں تکلف ہوتا ہے اور اس کے حروف عمومی شکل کے ہوتے ہیں۔ (ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، مضمون 'خطہ شکستہ کے عروج کی داستان'، روزنامہ 'امروز' لاہور 29 جنوری 1955، صفحہ نمبر 2)

اس کے بعد 310ھ میں خطاط ابنِ مقلہ نے خطِ معقلی اور کوفی میں کچھ حروف کی تبدیلی کرکے چھ خط ثلث، ریحان، توقیع، محقق، نسخ اور زفاع اختراع کیے اور ہر خط کو ایک جداگانہ صورت سے ممیّز کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے آغاز سے کوئی سات سو سال تک یعنی اموی وعباسی عہد میں فتنۂ تاتار تک خطِ کوفی عوام وخواص کا مرکزِ نگاہ بنا رہا (جلال الدین اسلم مضمون 'اردو کا خطِ نستعلیق' سہ روزہ 'دعوت' دہلی، 26 جنوری 1978) اور ماہرین نے اس میں اپنے فن کے وہ جوہر دکھائے کہ صدیوں بعد بھی اس کے نمونے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے، اس سے مسلمانوں کے ذوقِ جمال اور ایجاد واختراع کی صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے، اس خط میں جو ملکوتی حسن ہے وہ بھی مسلمانوں کی فنی حس کو بیدار کرنے کا باعث بنا، مثال کے طور پر لفظ 'اللہ' کا جائزہ لیا جائے تو اس کی مخروطی شکل انسان کو اپنی جانب ازخود راغب کرتی ہے، خطِ کوفی کے اس زیبائشی اور جمالیاتی پہلو نے مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کو بھی اپنا گرویدہ بنایا اور مساجد، مقابر، کلیسا نیز دوسری عمارتوں میں زیب وزینت کے طور پر اس کا استعمال ہونے لگا، بالخصوص مسیحی اپنی عبادت گاہوں کو عربی کی منقش تحریروں سے آراستہ کرنے لگے، ان کو عربی عبارت کے مطلب ومعنی کا کچھ اندازہ نہیں تھا بلکہ یوروپ کے کاریگر جو عربی رسم الخط سے عام طور پر نابلد تھے، بطورِ نقش ونگار اس کو اپناتے گئے، یہاں تک کہ صقلیہ میں مسلمانوں کے جانشین، نارمنوں نے اپنے سکّے پر عربی میں کلماتِ توحید ورسالت برقرار رکھے وہ اس کی شکل وصورت سے اس حد تک مانوس ہوگئے تھے کہ صلیب پر کوفی خط میں بسم اللہ لکھوا دیا کرتے تھے۔

یوروپ میں فنِ خطاطی کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا، اس لیے عربی الفاظ وعبارت کا حسن دیکھ کر وہاں کا کاریگر معنی ومطلب سمجھے بغیر اس کی نقالی پر مجبور تھا، اس دور میں عبا کی آستینوں اور گریبانوں پر عربی حروف کی نقش ونگاری کی جاتی، ریشمی پارچہ جات، ملبوسات، شمع داں اور پیتل کے ظروف جو مشرق سے یوروپ برآمد کیے جاتے ان پر بھی پہلے خطِ کوفی میں اور بعد میں خطِ نسخ کی نقاشی کو دیکھ کر دل عش عش کر اٹھتا۔

کاغذ کی ایجاد چینیوں نے کی لیکن وسط ایشیا کا علاقہ جو بیشتر چینیوں کے زیرِ اثر تھا جب مسلمانوں نے فتح کیا اور ان کی معروف تجارتی شاہراہِ ریشم کا اپنی تجارتی سرگرمیوں کے لیے استعمال شروع کیا تو چینیوں کی تہذیب، تمدن اور ایجادات سے انھیں متعارف ہونے کا موقع ملا۔ 704 میں سمرقند فتح ہوا جہاں کاغذ سازی کے چینی کاریگر موجود تھے، مسلمانوں نے کاریگروں سے کاغذ بنانے کا فن سیکھا، بارہویں صدی عیسوی میں یہ فن مسلمانون کے ذریعے یوروپ پہنچا، خود مسلمانوں نے اسپین اور سسلی کے اندر کاغذ کے کارخانے قائم کیے، سسلی سے باآسانی کاغذ تیار کرنے کا یہ فن اٹلی میں رواج پانے لگا، اس کے بعد تو یوروپ میں بہت جلد کاغذ کا استعمال بھی شروع ہوگیا ...(بقیہ صفحہ 6 پر)

اردو دُنیا

پیپر 1 اور پیپر 2 کو ملا کر میرٹ بنتی ہے تو دہلی میں اردو کی سبھی پوسٹیں پُر ہو جائیں گی: منظر علی خاں

نئی دہلی (23 جنوری)۔ دہلی سب آرڈینیٹ سروس سلیکشن بورڈ (ڈی ایس ایس بی) نے حال ہی میں ٹرینڈ گریجویٹ ٹیچر کے لیے پوسٹیں نکالی ہیں۔ ان میں ٹی جی ٹی اردو کے لیے محکمۂ تعلیم کے اسکولوں میں مرد وخاتون کو ملا کر کُل 621 اسامیاں نکالی گئی ہیں ساتھ ہی این ڈی ایم سی کے اسکولوں میں ٹی جی ٹی اردو کی پانچ پوسٹیں بھی ہیں، اس طرح کُل 626 اردو کی پوسٹیں نکالی گئی ہیں۔ اس حوالے سے ظرف ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے چیئرمین منظر علی خاں کا کہنا ہے کہ قریب تین سال بعد اتنی بڑی تعداد میں اردو کی پوسٹیں نکالی گئی ہیں اور کوشش ہونی چاہیے کہ تمام سیٹوں پر تقرری ہو جائے۔ انھوں نے ایک اہم بات یہ بھی بتائی کہ تین سال قبل بڑی تعداد میں پوسٹیں خالی رہ گئی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ پیپر 1 میں کوالیفائی نمبر لانا ضروری تھا لیکن اب کافی تبدیلی آئی ہے اور اب سی ٹیٹ کا مسئلہ بھی زیادہ اہم نہیں رہا۔ پیپر 1 اور پیپر 2 ملا کر میرٹ بنتی ہے تو ساری سیٹیں پُر ہو جائیں گی۔ غور طلب ہے کہ جولائی 2021 میں ڈی ایس ایس بی نے اردو اساتذہ کے لیے 917 پوسٹیں نکالی تھیں مگر بیشتر امیدوار سی ٹیٹ نہ ہونے کے سبب نااہل قرار دے دیے گئے تھے اور کچھ امتحان پاس نہیں کر پائے تھے جس کے نتیجے میں صرف 177 امیدوار ہی پاس ہو پائے جب کہ 740 پوسٹیں خالی رہ گئی تھیں۔ (انقلاب۔ دہلی)

اردو اور اردو آبادی کے حقوق کو حکومت نظر انداز کر رہی ہے: اختر الایمان

کشن گنج (11 جنوری)۔ مجلس اتحاد المسلمین کے ریاستی صدر اور امور کے رکنِ اسمبلی اختر الایمان نے سرکار کی اردو فراموشی کے رویّے کی تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ موجودہ سرکار ہر طرح سے اردو کو نظر انداز کر رہی ہے۔ مسلسل مطالبے اور احتجاج کو وہ لگاتار نظر انداز کر کے بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو کے فروغ کی راہیں مسدود کر رہی ہے جو بہار کی دو کروڑ اردو آبادی کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اگست 2018 سے بہار اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی بہار کی تشکیلِ نو نہیں کی گئی ہے۔ محکمۂ تعلیم نے مئی 2020 میں ایک مکتوب نکال کر ہائی اسکولوں میں اردو کی تعلیم کو غیر یقینی بنا دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو ہے، اس کا تحفظ سرکار کی ذمے داری ہے لہٰذا اسکول کے مانک منڈل میں ایک اردو ٹیچر کا اضافہ کیا جائے تبھی بہار کے اسکولوں میں اردو کی پڑھائی ہو سکے گی۔ اختر الایمان نے دعوا کیا ہے کہ چالیس ہزار پرائمری اسکولوں میں اردو کے اساتذہ نہیں ہونے کے سبب بچے مادری زبان کی تعلیم سے محروم ہیں۔ اردو اخباروں کو ہندی میں اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ اسپیشل ٹی ای ٹی اردو کے بارہ ہزار امیدوار اپنے رزلٹ کے انتظار میں آٹھ برسوں سے دربدر کی ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ مسٹر اختر الایمان نے زور دے کر کہا کہ معاون اردو مترجمین کا امتحان لے کر دو برس سے ان کی بحالی کو التوا میں رکھا گیا ہے۔ 32 اردو مترجمین کے عہدے خالی ہیں۔ اسکولوں میں اردو کی کتابیں دستیاب نہیں ہونے کے سبب بچے ہندی زبان میں پڑھنے پر مجبور ہیں۔ سرکاری اداروں سے اردو کے نیم پلیٹ اور سائن بورڈ غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ ریاستی صدر کا کہنا ہے کہ سرکار جس طرح اقلیتی مسائل اور اردو زبان کے حقوق کے سلسلے میں سوتیلے پن کا سلوک کر رہی ہے وہ مسلم اقلیت اور اردو آبادی کے لیے ناقابلِ برداشت ہے جس سے ان میں مایوسی اور ناراضگی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اردو آبادی کے مذکورہ مطالبے کو فوری طور پر تسلیم کرے اور دوسری سرکاری زبان اردو کے حقوق کو ادا کر کے بہار میں اردو زبان کی توسیع اور ترقی کی راہ ہموار کرے۔ اختر الایمان نے یہ بھی کہا کہ اردو کے مسائل کو حل کرنا مجلس اتحاد المسلمین کے بنیادی ایجنڈے میں شامل ہے، اس لیے وہ اردو آبادی کو ان کے حقوق دلا کر ہی دم لیں گے۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

اردو اساتذہ کی 626 پوسٹوں کے لیے مرد وخواتین کی عمر کی حد طے کر دی گئی

6 برسوں سے آواز بلند کی جا رہی تھی، اب وہ مطالبہ بھی پورا ہوگیا ہے

نئی دہلی (3 فروری)۔ دہلی سب آرڈینیٹ سروس سلیکشن بورڈ (ڈی ایس ایس بی) نے 13 جنوری کو ٹرینڈ گریجویٹ اساتذہ کے لیے پوسٹیں نکالی تھیں اور اب ان پوسٹوں کے لیے عمر کی حد بھی طے کر دی گئی ہے۔ خواتین کے لیے 40 برس اور مردوں کے لیے 32 برس کی عمر طے کی گئی۔ اس کے علاوہ امیدواروں کے لیے بی اے، بی ایڈ اور سی ٹیٹ لازمی ہے۔ منظر علی خاں نے عمر کی حد طے کرنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ امیدواروں کا انتخاب ہو سکے گا۔ 8 فروری سے 8 مارچ تک آن لائن فارم بھرے جا سکتے ہیں۔ غور طلب ہے کہ ڈی ایس ایس بی نے 13 جنوری کو ٹی جی ٹی اردو کے لیے محکمۂ تعلیم کے اسکولوں میں ٹی جی ٹی کے لیے مرد وخواتین کو ملا کر کُل 621 اسامیاں نکالی ہیں ساتھ ہی این ڈی ایم سی کے اسکولوں میں ٹی جی ٹی اردو کی پانچ پوسٹیں بھی ہیں، اس طرح کُل 626 اردو کی پوسٹیں نکالی گئی تھیں۔ اب ان پوسٹوں کے لیے عمر کی حد بھی طے کر دی گئی ہے۔ ان میں خواتین کی عمر 40 برس اور مردوں کی عمر 32 برس طے کی گئی ہے۔ اس حوالے سے ظرف ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے چیئرمین منظر علی خاں کا کہنا ہے کہ اب ہم امید کرتے ہیں کہ اس مرتبہ سبھی پوسٹیں پُر ہو جائیں گی کیوں کہ اب پہلا پیپر کوالیفائی کرنے کی شرط بھی ختم ہوگئی ہے اور اب دونوں پیپر ملا کر میرٹ تیار کا جائے گی۔ اس کے لیے تقریباً 6 برسوں سے آواز بلند کی جا رہی تھی اور اب وہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ اس تعلق سے جولائی 2022 میں سرکلر آ گیا تھا۔ انھوں نے مزید کہا کہ تقریباً تین برس بعد اتنی بڑی تعداد میں اردو کی پوسٹیں نکالی گئی ہیں اور کوشش ہونی چاہیے کہ تمام سیٹوں پر تقرر ہو جائے، تین سال قبل بڑی تعداد میں پوسٹیں خالی رہ گئی تھیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ پیپر 1 میں کوالیفائی نمبر لانا ضروری تھا لیکن اب کافی تبدیلی آئی ہے اور اب سی ٹیٹ کا مسئلہ بھی زیادہ اہم نہیں رہا۔ پیپر 1 اور پیپر 2 ملا کر میرٹ بنتی ہے تو ساری سیٹیں پُر ہو جائیں گی۔

غور طلب ہے کہ جولائی 2021 میں ڈی ایس ایس بی نے اردو اساتذہ کے لیے 917 پوسٹیں نکالی تھیں مگر بیشتر امیدوار سی ٹیٹ نہ ہونے کے سبب نااہل قرار دے دیے گئے تھے اور کچھ امتحان پاس نہیں کر پائے تھے، جس کے نتیجے میں صرف 177 امیدوار ہی پاس ہو پائے، جب کہ 740 پوسٹیں خالی رہ گئی تھیں۔ (انقلاب۔ دہلی)

تعلیم کے بجٹ میں اضافہ اور اساتذہ کی خالی اسامیوں پر تقرری ہوگی

حیدرآباد (28 جنوری)۔ وزیر آب پاشی این. اتم کمار ریڈی نے اعلان کیا کہ کانگریس حکومت معیاری تعلیم کو بنیادی سطح تک پہنچانے کے لیے اقدام کر رہی ہے۔ تعلیم کے معیار کو بلند کرنے اور زیادہ سے زیادہ خاندانوں تک تعلیمی سہولتوں کو پہنچانے کے لیے ریاست کے بجٹ میں اضافہ کیا جائے گا اور تعلیمی اداروں میں انفراسٹرکچر سہولتوں کو بہتر بنایا جائے گا۔ اتم کمار ریڈی نے حضور نگر کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں سابق طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسکول محض کسی عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ طلبہ کی تعلیم اور تربیت کے مراکز ہیں۔ اسکولوں میں طلبہ کی بہتر تربیت اور ان کی مضبوط بنیادیں تابناک مستقبل کی ضمانت بن سکتی ہیں۔ اسکولوں کے یادگار لمحات زندگی میں ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ سابق طلبہ اسکول کی عمارت، کلاس روم، پلے گراؤنڈ اور ٹیچرس کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ اتم کمار ریڈی نے کہا کہ سابق حکومت نے دس برسوں میں تعلیم کے شعبے کو نظر انداز کر دیا تھا۔ 2014-15 میں مکمل بجٹ کا 10.89 فیصد تعلیم کے لیے مختص کیا گیا جب کہ 2023-24 میں یہ گھٹ کر 6.57 فیصد ہو گیا۔ کے. جی تا پی جی مفت تعلیم کے وعدے کے باوجود حکومت نے تعلیم کے شعبے پر توجہ نہیں دی۔ انھوں نے کہا کہ کانگریس حکومت نہ صرف بجٹ میں اضافہ کرے گی بلکہ اساتذہ کی خالی اسامیوں پر تقرری بھی کرے گی۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

تلنگانہ کے اردو میڈیم طلبہ کو روزگار کے مواقع

ہنمکنڈہ (29 جنوری)۔ بانسواڑہ گورنمنٹ ایس آر این ڈگری کالج اردو میڈیم میں 'اردو زبان اور روزگار' کے مواقع کے موضوع پر ایک توسیعی لکچر کا انعقاد عمل میں لایا گیا جس میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے تلنگانہ یونیورسٹی کے پروفیسر محمد عبدالقوی نے شرکت کی اور طلبہ و طالبات سے مخاطب ہو کر انھوں نے کہا کہ اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبہ کو روزگار کے بہترین مواقع دستیاب ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ریاست تلنگانہ میں حکومت کی جانب سے منعقد کیے جانے والے تمام امتحانات اردو زبان میں بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح سے تلنگانہ پبلک سروس کمیشن جو سرکاری شعبوں میں خالی اسامیوں کو پُر کرتا ہے، اس کمیشن کے بھی امتحانات اردو زبان میں ہوتے ہیں۔ اس طرح سے اردو زبان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبہ و طالبات حکومت کے اعلا عہدوں پر فائز ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقوی نے مزید کہا کہ خانگی شعبوں میں بھی بہت سے مواقع دستیاب ہیں، لہٰذا طلبہ و طالبات کو چاہیے کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ سیاسی، سماجی اور عام معلومات میں اضافے کے لیے روزانہ اخبارات کا مطالعہ کریں۔ اور اپنی علمی صلاحیتوں میں اضافے کی کوشش کریں۔ (سیاست۔ حیدرآباد)

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

معاون اُردو مترجمین کا رزلٹ جلد جاری ہوگا

چیئرمین اقلیتی کمیشن

پٹنہ (15 جنوری)۔ معاون اردو مترجمین کا حتمی رزلٹ جلد ہی شائع ہوگا اس لیے کہ اس ضمن میں اب کسی طرح کی کوئی بھی رکاوٹ نہیں ہے۔ مذکورہ باتیں اقلیتی کمیشن کے چیئرمین ریاض الحق راجو نے ایک پریس اعلانیہ میں کہی ہیں۔ واضح ہو کہ پچھلے ڈیڑھ سالوں سے امیدوار اپنی تقرری کو لے کر در در بھٹک رہے تھے، اب جب کہ عدالت سے امیدواروں نے کیس واپس لے لیا ہے تو امیدواروں کی امید بڑھ گئی ہے۔ پچھلے کئی مہینوں سے امیدوار الگ الگ افسران اور لیڈران سے ملاقات کر رہے تھے۔ اس ضمن میں اقلیتی کمیشن نے بڑی پیش رفت کرتے ہوئے کئی بار بہار اسٹاف سلیکشن کمیشن کے چیئرمین کو خط لکھا اور انھیں طلب بھی کیا جس کی وجہ سے امید کی جا رہی ہے کہ جلد ہی رزلٹ شائع ہو جائے گا۔ امیدواروں نے چیئرمین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی اَنتھک محنت اور کاوش کی وجہ سے ہی آج پورا معاملہ آخری مرحلے میں ہے، اس کے لیے ہم سب آپ کے شکرگزار ہیں۔ امیدواروں سے ملاقات کے دوران اقلیتی کمیشن کے چیئرمین ریاض الحق راجو نے کہا کہ میں نے بذاتِ خود اس معاملے کو سنجیدگی سے لیا اور حال ہی میں مَیں نے کمیشن کے چیئرمین سہیل احمد سے بات چیت کی۔ ساری حائل رکاوٹیں دور ہوگئی ہیں، عدالت سے لے کر جو دوسرے معاملات تھے انھیں حل کر لیا گیا ہے اور جلد ہی رزلٹ شائع ہونے کی امید ہے۔ واضح ہو کہ کونسلنگ کے بعد معاون اردو مترجمین کا معاملہ این سی ایل کی وجہ سے عدالت میں چلا گیا تھا مسلسل تاریخ پہ تاریخ ہونے کی وجہ سے امیدواروں نے آپس میں صلح و مصالحت کر کے کیس واپس لے لیا تھا جس کے بعد فائل اعلا حکام کے پاس چلی گئی تھی۔ کئی ہفتوں کی جدوجہد کے بعد امید کی جا رہی ہے کہ بہت جلد حتمی رزلٹ شائع ہو جائے گا۔

(قومی تنظیم۔ پٹنہ)

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گلبرگہ کے زیرِ اہتمام واجداختر صدیقی کی چوتھی تصنیف 'نقشِ تحریر' کی رسمِ اجرا

گلبرگہ (پریس ریلیز)۔ ڈاکٹر انیس صدیقی کی اطلاع کے بموجب انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ گلبرگہ کے زیرِ اہتمام، 28 جنوری 2024 کو بہ مقام حضرت خواجہ بندہ نواز ایوان اردو، معروف ادیب و شاعر واجداختر صدیقی کی چوتھی تصنیف 'نقشِ تحریر' کی تقریب رسم اجرا کا انعقاد عمل میں آیا۔ محترمہ کنیز فاطمہ (ایم ایل اے، کلبرگی شمال) نے کتاب کی رسمِ اجرا انجام دینے کے بعد واجداختر صدیقی کو فعال قلمکار قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کی دیگر تصانیف میرے مطالعہ میں رہی ہیں۔ ان کی تحریروں کو میں ادب میں اضافہ سمجھتی ہوں۔ انھوں نے اس موقعے پر انجمن کی کارکردگی کی سراہنا کرتے ہوئے اس تقریب کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

بطورِ مہمان خصوصی شریک تقریب ششیل جی نموشی (رکن کونسل شمال مشرقی حلقہ اساتذہ) نے کہا کہ واجداختر صدیقی، جہاں ایک مثالی ٹیچر ہیں، وہیں ٹیچرس کے مسائل کی یکسوئی میں بھی سرگرم رہتے ہیں۔ بہ حیثیت شاعر و ادیب بھی ان کی خدمات لائقِ ستائش ہیں۔ ایک فرد میں ان تمام خوبیوں کا یکجا ہونا غیر معمولی بات ہے۔ مزاح نگار منظور وقار نے کہا کہ واجداختر صدیقی نے بہت معیاری مضامین تحریر کیے ہیں۔ محبوب اصغر خان (نائب مدیر، روزنامہ 'منصف') حیدرآباد نے کہا کہ واجداختر صدیقی نے اپنے علاقے کے قلمکاروں پر مضامین لکھ کر ان کو حقیقی معنوں میں خراج پیش کیا ہے۔

ممتاز ادیب و شاعر ڈاکٹر رؤف خیر نے کہا کہ واجداختر صدیقی نے گلبرگہ اور اس کے اطراف کے قلمکاروں پر قلم اٹھا کر ایک دستاویزی حیثیت کی حامل کتاب پیش کی ہے۔ شیخ مجیب (صدر، پرائمری اسکول ٹیچرس ایسوسی ایشن گلبرگہ شمال) نے کہا کہ واجد اختر صدیقی کی کتاب یقیناً اردو ٹیچرس اور طلبہ کی رہنمائی کا کام کرے گی۔

واجداختر صدیقی نے اپنے تاثرات میں انجمن کے اربابِ مجاز اور شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ان کے یہ مضامین گلبرگہ کی ادبی صورتِ حال کو سمجھنے میں معاون ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ ان کی ادبی حیثیت کے استحکام میں ڈاکٹر وحید انجم کا اہم کردار رہا ہے۔ اسی لیے انھوں نے 'نقشِ تحریر' کو مرحوم کے نام معنون کیا ہے۔

صدارتی خطاب میں ڈاکٹر پیرزادہ فہیم الدین نے کہا کہ واجد اختر صدیقی حرکیاتی اور فعال شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی علمی، ادبی اور تدریسی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ تقریب کا آغاز نصرت محی الدین پٹیل کی قرأتِ کلام پاک سے ہوا۔ اسد علی انصاری نے نذرانۂ نعت پیش کیا۔ خواجہ پاشاہ انعام دار (نائب صدر انجمن ہذا) نے خیر مقدمی کلمات ادا کیے۔ ڈاکٹر انیس صدیقی (سکریٹری انجمن ہذا) نے صاحبِ کتاب اور مہمانوں کا تعارف پیش کیا۔ محمد جاوید اقبال صدیقی نے نظامت کے فرائض بہ حسن و خوبی انجام دیے۔ ڈاکٹر ظہیر شیخ، نصرت محی الدین پٹیل، سید نظیر الدین متولی، مجیب شیخ اور ساجد علی رنجولوی نے بہ حیثیت مہمان اعزازی شرکت کی۔

○○○

رفتید ولے نہ از دلِ ما

پروفیسر رفیع الدین ہاشمی

لاہور۔ اردو کے مشہور و ممتاز ادیب اور ماہرِ اقبالیات پروفیسر رفیع الدین ہاشمی 25 جنوری 2024 کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ وہ 84 برس کے تھے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی 9 فروری 1940 کو مصریال، ضلع چکوال میں پیدا ہوئے تھے۔ 1963 میں اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے اردو کیا۔ 1969 میں محکمۂ تعلیم پنجاب سے وابستہ ہوئے اور مختلف کالجوں میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد 1982 میں اورینٹل کالج لاہور میں تعینات ہوئے اور وہیں سے بطورِ پروفیسر سبکدوش ہوئے۔ کچھ عرصہ صدر شعبۂ اردو بھی رہے۔

1981 میں جامعہ پنجاب سے 'تصانیفِ اقبال کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ 2002 میں شعبۂ اُردو اورینٹل کالج سے 'بازیافت' کے نام سے ایک تحقیقی مجلّہ بھی جاری کیا۔ رٹائرمنٹ کے بعد 2006 سے 2008 تک ہائر ایجوکیشن کمیشن کے ممتاز پروفیسر (Distinguished Professor) بھی رہے۔ کئی ادبی، علمی و تحقیقی رسائل کے مدیر و معاون مدیر بھی رہے۔ اردو زبان و ادب پر درجنوں کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں جن میں اصنافِ ادب، خطوطِ اقبال، کتابیاتِ اقبال، تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، جامعات میں اردو تحقیق، یاد نامہ لالہ صحرائی، اقبال کی طویل نظمیں: فکری و فنی مطالعہ، 1985 کا اقبالیاتی ادب-ایک جائزہ، 1986 کا اقبالیاتی ادب- ایک جائزہ، خطوطِ مودودی، اقبال: مسائل و مباحث، اقبالیات کے سو سال، تحقیقِ اقبالیات کے مآخذ، اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، پوشیدہ تری خاک میں (سفرنامۂ اندلس)، سورج کو ذرا دیکھ (سفرنامۂ جاپان)، مکاتیبِ مشفق خواجہ، پاکستان میں اقبالیاتی ادب، علامہ اقبال: شخصیت و فن قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں ان کے ایک شاگرد ڈاکٹر خالد ندیم کا مرتّبہ اردو، فارسی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں کے مقالات پر مشتمل مجموعہ 'ارمغانِ رفیع الدین ہاشمی' بھی شائع ہو چکا ہے۔

پروفیسر بدرالدین الحافظ

نئی دہلی۔ عربی اور اردو کے معروف اسکالر، ادیب اور مترجم پروفیسر بدرالدین الحافظ کا 3 جنوری 2024 کو انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر 88 برس تھی۔ مرحوم کے پس ماندگان میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اہلیہ کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ پروفیسر بدرالدین الحافظ کا آبائی وطن مرادآباد تھا جہاں 1935 میں ان کی پیدائش ہوئی۔ مدرسہ شاہی مرادآباد میں حفظِ قرآن مکمل کرنے کے بعد انھوں نے دارالعلوم دیوبند سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ سے انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی ادب میں ایم اے کیا۔ انھوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دہلی یونیورسٹی سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ سے منسلک رہتے ہوئے عربک اور اسلامک اسٹڈیز کے ٹیچر سے پروفیسر تک کا تدریسی سفر طے کیا۔ انھیں 1985 میں صدر جمہوریۂ ہند کی طرف سے بہترین عربی استاد کا میڈل دیا گیا تھا۔ انھوں نے متعدد عربی ناولوں کا اردو ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ دینیات کے موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ بعد ازاں چند برس بنارس ہندو یونیورسٹی میں پروفیسر اور شعبۂ عربی کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے کر سبکدوش ہوئے۔ سبکدوشی کے بعد تصنیف و تالیف اور ترجموں کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ انھوں نے لاتعداد طلبہ کو جدید عربی کی تعلیم دی۔ ان کی اہم تصنیفات میں 'اسلامی معلومات'، 'مصر کے مشہور ناول، افسانے اور ڈرامے'، 'نجیب محفوظ اپنی نگارشات کے آئینے میں'، 'توفیق الحکیم: ناول نگاری ایک جائزہ'، 'انصاری صاحب کا چائے خانہ' اور 'شیخ کا طرح دار کرتا' قابلِ ذکر ہیں۔ 4 جنوری کو بعد نمازِ ظہر ان کی نمازِ جنازہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی جامع مسجد میں، جس کے وہ اولین امام بھی تھے، ادا کی گئی اور جامعہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

ڈاکٹر ساحل احمد

نئی دہلی۔ اردو کے معروف ادیب، محقق، شاعر اور افسانہ نگار ڈاکٹر ساحل احمد نئی دہلی کے ہولی فیملی اسپتال میں 25 جنوری 2024 کی صبح انتقال کر گئے۔ ان کی عمر تقریباً 86 برس تھی۔ وہ کئی برسوں سے بیمار تھے لیکن ایک ماہ قبل طبیعت بگڑنے لگی تو ان کو اسپتال میں داخل کیا گیا۔ ان کو تقریباً 28 دنوں سے وینٹی لیٹر پر رکھا گیا تھا۔ مرحوم کے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی سعدیہ ہیں۔ تدفین بعد نمازِ مغرب اوکھلا کے بٹلہ ہاؤس قبرستان میں عمل میں آئی۔

ڈاکٹر ساحل احمد 21 اپریل 1938 کو الہ آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ علی گڑھ اور الہ آباد میں انھوں نے تعلیم حاصل کی۔ ایونگ کرسچین آٹونامس کالج، الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر اور ریڈر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے۔ وہ گزشتہ تقریباً بیس برسوں سے دہلی میں مقیم تھے۔ ڈاکٹر ساحل احمد نے اردو زبان و ادب کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی کم و بیش 90 کتابیں شائع ہوئیں۔ ان کی کتابوں سے ادب کے طلبہ اور ریسرچ اسکالرز نے بے پایاں استفادہ کیا، جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : سرکار کی باتیں (دیوانِ نعت)
شاعر : ڈاکٹر شاداب ذکی بدایونی
ضخامت : 198 صفحات
قیمت : 200 روپے
ملنے کا پتا : ذکی منزل، محلّہ سوتھا، جمّی چوک، بدایوں (یو. پی)
تبصرہ نگار : ڈاکٹر ابراہیم افسر

E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

دورِ حاضر کے حمد و نعت گو شعرا میں ڈاکٹر شاداب ذکی بدایونی کا نام ادب واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان کی پرورش بدایوں کے علمی و ادبی گھرانے میں ہوئی۔ موصوف کا تقدیسی شاعری سے شغف ان کے والدِ ماجد ذکی تالاگانوی کی سرپرستی اور آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں کی محفلوں اور مشاعروں میں شرکت کی وجہ سے پروان چڑھا۔ ان محفلوں میں شرکت کے سبب شاداب ذکی نے حمد، نعت اور منقبت کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا۔ موصوف کا حمدیہ مجموعہ 'للہ الحمد' (2006)، دیوانِ حمد 'رب کے حضور' (2012) میں منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا منقبت کا مجموعہ 'گلہائے عقیدت' اور 'ذکر مخدوم' منصۂ شہود پر آ کر قارئین اور ناقدین سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ حالاں کہ ڈاکٹر شاداب ذکی عرصۂ دراز سے پیروں سے چلنے پھرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنے ادبی سفر کو جاری وساری رکھا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی ادب نوازی، اللہ رب العزت اور رسولِ اکرمؐ سے سچی محبت کا مسلّم ثبوت ہے۔ بیماری سے شفایابی کے لیے ڈاکٹر شاداب ذکی رب العالمین کی بارگاہ میں عرض داشت اس طرح پیش کرتے ہیں:

ڈال دے شادابؔ کی جھولی میں بھی صحت کے دن
اپنی رحمت سے شفائے دائمی دیتا ہے تو

اے خدا سارے معالج ہیں خموش
مانگوں اب کس سے شفا تیرے سوا

نعت کا یہ دیوان اس بات کی جانب واضح اشارہ کرتا ہے کہ انسان بھلے ہی صاحبِ فراش ہو لیکن اگر اس کے ارادے مضبوط ہوں تو اس کی راہ کی رکاوٹیں بہ آسانی حل ہو جاتی ہیں۔ طویل علالت کے باوجود ڈاکٹر شاداب ذکی نے اپنے مصمم ارادوں سے ہم جیسے ناکارہ اور نااہلوں کے لیے ایک مثال قائم کی ہے۔ ڈاکٹر شاداب ذکی رسول اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شاداب پر نگاہِ کرم جلد ہو حضور
بیماریوں سے اپنی پریشان ہے بہت

حال شادابؔ کیا کہے اپنا
اس کی حالت سے با خبر ہیں آپ

زیرِ تبصرہ کتاب 'سرکار کی باتیں' (دیوانِ نعت) میں ڈاکٹر شاداب ذکی نے 40 حروف کو ردیف بنا کر نعتیں کہی ہیں۔ ان سے قبل نعتیہ دیوان کے تین مجموعے ڈاکٹر صابر سنبھلی کا 'دیوانِ صابر' (2008)، شاکر سالمی بدایونی کا 'راہِ نجات' (2015) اور حفیظ محمود بلند شہری کا 'جاگتے الفاظ' (2016) منظرِ عام پر آئے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اُردو شاعری میں کچھ ہی شاعروں کے ہی دیوان دستیاب ہیں۔ اور نعت گوئی کے دیوان تو خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ نعت گوئی کو ناقدین نے دو دھاری تلوار اور ادب کی سب سے مشکل صنف قرار دیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر شاعر قرآنِ کریم اور سیرتِ رسول سے کماحقہٗ واقف نہیں ہوگا تو وہ تقدیسی شاعری کا حق ادا نہیں کر پائے گا۔ اس معاملے میں ڈاکٹر شاداب ذکی لائق مبارک باد ہیں کہ انھوں نے نہ صرف اسلامی و روحانی محفلوں میں شرکت کی بلکہ اسلامی ادب کا انھوں نے گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ اس مجموعے میں انھوں نے بہت سے اشعار میں تلمیحات و استعارات کو سلیقگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ موصوف نے اسلامی واقعات کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن فوراً اُن واقعات کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے:

چاند کے دو ٹکڑے ہوا دیکھا گیا بھارت میں
آپ نے جب اپنی اُنگلی کا اشارہ کر دیا

ہوگئی وہ سُرخ رو سرکار کی ہجرت کی شب
غار پر ننھی سی جب مکڑی نے جالا کر دیا

جیسے سرشار تھے اس مے سے اویس قرنی
عشق کی مے کو وہ میخوار نہیں مل پایا

داکٹر شاداب ذکی نے رسالت مآب میں بہت سے استغاثے پیش کیے جن میں سوز و درد کی موجوں اور طلاطم میں قاری غوطہ زنی کرتا ہے۔ موصوف نے اپنے نعتیہ کلام پر ناز وفخر کرنے کے بجائے عاجزی اور انکساری کے جذبے کو مقدم رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

نعت گو یوں تو ہزاروں ہوئے شادابؔ ذکی
کوئی حسّان سا فنکار نہیں مل پایا

کہاں سیرتِ مثالی آپ کی اور
کہاں شادابؔ کے اشعار آقا

ہوں تو گناہگار مگر یہ بھی ہے یقیں
آسان ہوگا ان کے کرم سے مرا حساب

نعتیہ دیوان 'سرکار کی باتیں' میں ڈاکٹر شاداب ذکی نے اپنی ذہنی فراست اور علمی پختگی کو پیش کیا ہے۔ ان کے ایک ایک شعر میں ہزاروں سال پرانی تاریخ پنہاں ہے۔ جو قارئین اُن تاریخی واقعات سے واقف نہیں وہ اِن تقدیسی اشعار سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے، البتہ وہ شعر کے حسن سے ضرور محظوظ ہو سکتے ہیں۔ اس موقعے پر راقم ڈاکٹر شاداب ذکی کو مبارک باد پیش کرتا ہے کہ صاحبِ فراش ہونے کے باوجود انھوں نے اپنے قلم کا رُخ رسول مآب کی سیرت کی جانب موڑا۔ نعتیہ دیوان کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر شاداب ذکی اپنی بیماری کا مداوا رسول اکرم سے کرانا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے لاتعداد اشعار کہے۔ موصوف کی تمنا بس اتنی ہے کہ:

کبھی جو بعد میرے میرا افسانہ لکھا جائے
مجھے اُس کوچۂ اقدس کا دیوانہ لکھا جائے

ooo

بقیہ: فنِ خطاطی کا آغاز: عروج و زوال

(صفحہ 3 سے آگے)

لیکن اس سے کافی پہلے نویں صدی میں عربی مسودات وملفوظات لکھنے کے لیے کاغذ کا استعمال ہونے لگا تھا، مجلد کتب وجود میں آئیں اور جلد سازی کا فن بھی فروغ پانے لگا (اخلاق احمد، مضمون 'فنِ خطاطی، مسلمانوں کا اچھوتا فن' ہفت روزہ 'اجالا' کلکتہ، 30 مارچ 1986، صفحہ 3)

ایرانیوں کے ذوقِ جمال کی بدولت فنِ خطاطی میں وہ ترقی ہوئی جو پہلے نہیں ہوسکی بلکہ یہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ اس فن کے بارے میں مسلمانوں کی جو عام روش تھی اس میں انقلاب پیدا ہوا، اس انقلابِ زمانہ نے جب ارتقائی مراحل طے کیے تو خطِ نستعلیق کی صورت اختیار کی، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ماہرینِ فن نے 'خطِ توقیع' اور 'رفاع' سے تراش وخراش کر کے 'خطِ تعلیق' کو ترقی دی اور کیوں کہ نستعلیق مرکب امتزاجی ہے، اس کی اصل میں نسخ وتعلیق ہے لہٰذا کثرتِ استعمال سے وہ نستعلیق بمعنی 'نگارش- آویزش' ہوگیا۔

خطِ نستعلیق کو فنی باریکی سے آراستہ وپیراستہ کرنے کا سہرا خواجہ میر علی بن الیاس التبریزی کے سر بندھتا ہے اور اس کا ایک نمونہ برٹش میوزیم لندن میں 'مثنویات خواجہ کرمانی' کے مصور نسخہ میں ملتا ہے، یہ 798ھ میں رقم کیا گیا اور اس کی تصاویر ایک دوسرے مصور جنید سلطانی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں اگرچہ یہ فنِ نستعلیق کا ابتدائی نمونہ ہے اور اس کی پختہ شکل بعد میں خواجہ میر علی کے سلسلۂ تلمذ میں قبلۃ الکتاب سلطان علی مشہدی اور ان کے تلمیذ میر علی ہروی کے یہاں ملتی ہے۔

'خطِ نستعلیق' شہنشاہ بابر کے ذریعے ہندستان آیا اور اس کا ابتدائی نمونہ 'تزکِ بابری' کے مصور نسخہ میں ملتا ہے، اسے علی الکاتب نے شہزاد ہمایوں کے لیے بابر کی زندگی میں 937ھ میں تحریر کیا، جب ہمایوں ایران سے واپس ہندستان آیا تو اپنے ہمراہ عبدالصمد شیریں قلم اور میر علی تبریزی بن مصور وغیرہ ماہر خطاطوں کو بھی لایا اور انھوں نے یہاں ایران کے مایہ ناز مصور وخطاط کمال الدین بہزاد نیز سید میر علی ہروی جیسے خطِ نستعلیق کے ماہروں کے نقشِ قدم پر چل کر کئی معرکہ آرا کارنامے انجام دیے۔ عہدِ اکبری میں سلطان بایزید ابن میر نظام مشہور بہ دوری جیسے خطاط ہندستان آئے جن کے طرزِ نستعلیق کی مہارت ونفاست کا گرویدہ ہو کر اکبر نے انھیں 'کاتب الملک' کے خطاب سے سرفراز کیا، اسی طرح عبدالرحیم عنبریں قلم اور عبدالرشید دیلمی کا وجود بھی ملتا ہے جنہوں نے ایران سے ہندستان آ کر جہانگیر اور شاہجہاں کے درباروں کو رونق بخشی، تاج محل پر ثبت تحریریں بھی ان کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں، دورِ مغلیہ میں اس فن کی مقبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی رہا کہ مغل شہنشاہوں نے اپنے عہد کے باکمال خطاطوں کا اعزاز واکرام کرنے کے علاوہ اس فن میں خود بھی ایک اعلا مقام حاصل کیا، شاہ جہاں کے لکھے ہوئے قرآنِ پاک کے نسخے آج بھی عجائب گھروں کی زینت ہیں، اورنگ زیب عالمگیر باقاعدہ قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے۔ آخری مغل حکمراں بہادر شاہ ظفر بھی خوش نویس تھے، اس فن میں ان کے کئی شاگرد ہوئے، اس زمانے میں خطاطی ہی نہیں بلکہ عام خط کی مشق بھی تختیوں، دفتیوں اور وصلیوں پر کرائی جاتی تھی جس کے نتیجے میں عام لوگوں کے خط بھی نہایت پختہ وپاکیزہ ہوتے تھے۔ اس عہد میں نستعلیق کے ساتھ درباروں کی دستاویز وفرمان لکھنے کے لیے خطِ دیوانی کو فروغ دیا گیا تاکہ باآسانی اس کی نقل نہ کی جاسکے بعد میں اس کا نام خطِ شکستہ ہوگیا (سید محمد ازہر شاہ قیصر مضمون 'اردو کتابت اور خوش نویسی' ہفت روزہ 'عزائم' لکھنؤ 14 سے 21 نومبر 1971، صفحہ 18)

شاہوں اور سلطانوں کا دور ختم ہوا تو نوابوں، جاگیرداروں اور تعلقہ داروں کی بساط بجھ گئی، انھوں نے خطاطوں اور خوشنویسوں کی پذیرائی کی، اسی زمانے میں طباعت یعنی لیتھو کی پرنٹنگ کا آغاز ہونے سے خطاطی وخوشنویسی کو مزید فروغ حاصل ہوا۔ کتب ورسائل کے علاوہ اردو اخبارات کے لیے خوش خطوں کی ضرورت محسوس ہوئی، لہذا بڑے پیمانے پر اس فن کو سیکھنے وسکھانے کا سلسلہ چل پڑا، اس دور کے باکمال خوشنویسوں میں منشی شمس الدین اعجاز رقم، منشی حامد حسین سہارنپوری، مولوی اشتیاق احمد دیوبندی، مولانا عبدالسلام بلند شہری، یوسف دہلوی، مجید دہلوی، عبدالعبید پروین رقم، محمد الدین کلیمی اور قدرت اللہ مرادآبادی کے نام شامل ہیں۔

............جاری............

بقیہ: اشاریہ ُہماری زبان ٔ 2022-23

(صفحہ 8 سے آگے)

- عبدالرحیم خاں کی یاد میں۔ اگلی شرافتوں کا روشن پیکر، اتالیق اور مخلصِ بے ریا، محبوب خاں اصغر

۸ تا ۱۴/ اگست

- قاضی عبدالغفار: ایک ہمہ جہت شخصیت، نسیمہ تراب الحسن
- استادِ محترم ڈاکٹر اخلاق اثر کی یاد میں، ڈاکٹر شیخ رحمٰن اکولوی
- بندۂ عشق صوفی شاہ منظور عالم، ضیا فاروقی

۱۵ تا ۲۱/ اگست

- بچوں کا ادب: کچھ اہم نکات اور تجاویز، غلام حیدر
- تعمیرِ انسانیت میں صحافت کی خدمات، عارف عزیز
- انسانیت کی شاعرہ فہمیدہ ریاض، ڈاکٹر ولاء جمال العسیلی
- خالد عابدی: باتیں ہماری یاد رہیں، ڈاکٹر غضنفر اقبال

۲۲ تا ۲۸/ اگست

- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (پہلی قسط)، غلام حیدر
- اردو ڈرامے کا تاریخی تجزیہ تحریکِ آزادی کے تناظر میں، پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی
- دولتِ بیدار کا بخشندہ گوپی چند نارنگ، ف۔س۔ اعجاز

یکم تا ۷/ ستمبر

- جنگِ آزادی میں اردو صحافیوں کی لازوال قربانیاں، معصوم مرادآبادی
- ملک الشعرا امیر شمس الدین فیض براری، سیّد طلحہ نقشبندی القادری
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (دوسری قسط)، غلام حیدر

۸ تا ۱۴/ ستمبر

- تصانیفِ شبلی کے تراجم: ایک عمومی جائزہ (پہلی قسط)، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- جنوب کی ریاستوں میں نیا سورج کرناٹک میں طلوع ہوا ہے: ڈاکٹر اطہر فاروقی۔ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ کرناٹک کے زیرِ اہتمام سمینار منعقد: ایک رپورٹ
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (تیسری قسط)، غلام حیدر

۱۵ تا ۲۱/ ستمبر

- خالد عابدی باسٹھ ہزار کتب کا ذخیرہ چھوڑ کر رخصت ہوئے، عارف عزیز
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (چوتھی قسط)، غلام حیدر
- تصانیفِ شبلی کے تراجم: ایک عمومی جائزہ (دوسری اور آخری قسط)، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

۲۲ تا ۲۸/ ستمبر

- غالب: استفادہ، سرقہ اور توارد ُاردو کے برمحل اشعار ٔ کے تناظر میں، خلیق الزماں نصرت
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (پانچویں قسط)، غلام حیدر
- ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن اور یومِ اساتذہ، ڈاکٹر داؤد احمد

یکم تا ۷/ اکتوبر

- فرہنگِ آصفیہ: ایک سرسری مطالعہ، ڈاکٹر شیخ رحمٰن اکولوی
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (چھٹی قسط)، غلام حیدر
- ابراہیم جلیس کی افسانہ نگاری اور ُزرد چہرے ٔ، منظور وقار

۸ تا ۱۴/ اکتوبر

- اردو کی مشترکہ تہذیبی وسماجی قدریں، پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (ساتویں قسط)، غلام حیدر
- مخدوم محی الدین: کسانوں اور مزدوروں کا مسیحا، منظور وقار

۱۵ تا ۲۱/ اکتوبر

- محی الدی قادری زور کے افسانے، پروفیسر حمید سہروردی
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (آٹھویں قسط)، غلام حیدر
- سیفیہ کالج کی زبوں حالی: سماج کی بے حسی اور سماج دشمن عناصر کی سرگرمی، ایم۔ ڈبلیو۔ انصاری

۲۲ تا ۲۸/ اکتوبر

- علی سردار جعفری: اردو شعر وادب کا ایک معتبر نام، اسلم عمادی
- بیگ احساس: چشمِ تہذیب کی نابصیری کا افسانہ نگار، ڈاکٹر غضنفر اقبال
- بچوں کے ادب کا سیمپل سروے (نویں اور آخری قسط)، غلام حیدر

یکم تا ۷/ نومبر

- متن، طلبہ اور معلّم سے متعلق مسائل، ڈاکٹر محمد قمر سلیم
- قاضی عبدالستار: حیات اور ادبی خدمات، سیّد محمد عثمان
- صحافت میں احمد سعید ملیح آبادی کا نسخۂ کیمیا، ف۔س۔ اعجاز

۸ تا ۱۴/ نومبر

- دو نادر خطباتِ شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- شکیل بدایونی: شخصیت اور فن، اُمِ ماریہ حق
- رضوان اللہ فاروقی: صحافی، ادیب اور شاعر، پروفیسر محسن عثمانی

۱۵ تا ۲۱/ نومبر

- مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی صحافت ہفت روزہ اخبار ُندائے ملّت ٔ کے حوالے سے (پہلی قسط)، محمد اویس سنبھلی
- متانت سے پُر آدمی: متین اچل پوری، محمد اسد اللہ
- سرسیّد کے تاریخی کارنامے، ڈاکٹر مرضیہ عارف

۲۲ تا ۲۸/ نومبر

- بہار کے سرکاری تعلیمی اداروں میں اردو درس وتدریس کے مسائل، انوار الحسن وسطوی
- مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی صحافت ہفت روزہ اخبار ُندائے ملّت ٔ کے حوالے سے (دوسری اور آخری قسط)، محمد اویس سنبھلی
- افسانے کی تدریس، پروفیسر حمید سہروردی

یکم تا ۷/ دسمبر

- بیانِ شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- گلدستہ سلور جوبلی مشاعرۂ اجمیر 1935 (پہلی قسط)، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- جریدۂ عکس: ایک تجزیہ، ڈاکٹر محمد قمر سلیم

۸ تا ۱۴/ دسمبر

- اردو صحافت میں ادبِ اطفال اور بچوں کے رسائل کا حصّہ، ڈاکٹر مرضیہ عارف
- گلدستہ سلور جوبلی مشاعرۂ اجمیر 1935 (دوسری اور آخری قسط)، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- شبلی کی نادر فارسی غزلیں، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

۱۵ تا ۲۸/ دسمبر (گوشۂ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ مغربی بنگال کی کانفرنس)

- مغربی بنگال کے اردو ذریعۂ تعلیم والے اسکولوں میں بنگلہ زبان کی لازمی تعلیم کا مطالبہ، لسان اور ثقافت کی ایک نئی صبح کا آغاز (اداریہ)، اطہر فاروقی
- انجمن ترقی اُردو (ہند) کی مغربی بنگال شاخ کی کلکتہ میں شان دار کانفرنس، صدف فاطمہ
- منیب الرحمٰن کی رحلت سے جدید اردو ادب کا ایک عہد ختم ہوگیا، ڈاکٹر بیدار بخت

ooo

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق وتوازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر…	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میرا جی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلّیاتِ مصطفیٰ زیدی	سرور الہدیٰ	900/-
اے زمینِ وطن اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	400/-
تاریخ وآثارِ دہلی	معین الدین عقیل	100/-
مجموعۂ سلام مچھلی شہری	بیدار بخت	700/-
کستوری کُنڈل بسے	ڈاکٹر نریش	250/-
اپنی لاڈلی ڈینش بچّی کے نام گاندھی جی کے محبت نامے	نصر ملک	250/-
سرمایۂ کلام	منیب الرحمان	500/-
مٹی کا قرض	ڈاکٹر نریش	300/-
راس مسعود	حکیم سیّد ظل الرحمان	350/-
کلکتہ میں اردو کے نادر ذخائر	معین الدین عقیل	300/-
کراچی میں اردو غزل اور نظم	پروفیسر شاہد کمال	300/-
متن بر متن	سرور الہدیٰ	300/-
عباس اور نہرو	ڈاکٹر نریش	200/-
دو سر فروش شاعر….	وقار صدیقی	180/-
میر تقی میر: حیات اور شاعری	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	500/-
کرشن چندر: فکر وفن	علی احمد فاطمی	300/-

اشاریہ ’ہماری زبان‘

جنوری تا دسمبر 2022-23

پہلی قسط

محمد عارف خاں

علمی و ادبی اخبارات و رسائل کے اشاریے کی اہمیت و افادیت ہمیشہ رہی ہے اور اکثر اخبارات و رسائل اپنے مشمولات کا اشاریہ تیار کرتے ہیں اور شائع بھی کرتے ہیں تاکہ طلبہ اور ریسرچ اسکالرز ان سے استفادہ کرسکیں۔ ہفت روزہ ’ہماری زبان‘ بھی اردو کا ایک اہم علمی و ادبی اخبار ہے، خاص طور سے اردو دنیا کی صورتِ حال اور اردو کے مسائل سے باخبر رکھنے کا واحد اخبار ہے۔ اس میں علمی، ادبی اور تنقیدی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔

سال 2022 اور 2023 کا ’ہماری زبان‘ کا اشاریہ شائع کیا جارہا ہے، جس میں مضامین، تبصرے اور وفیات کا اشاریہ تاریخی ترتیب سے دیا گیا ہے۔

مضامین (سال 2022)

یکم تا ۲۸/ جنوری

- علامہ اقبال کے کردار کے چند پہلو، رؤف خیر
- قلم: غزل کے اثر میں رہے تو اچھا ہے، ظہیر حسن ظہیر
- علامہ اقبال کی آخری علالت کا تجزیہ، ڈاکٹر عبدالجلیل
- سودا کے دو اہم محققین: شیخ چاند اور خلیق انجم، مشتاق فاروق

یکم تا ۲۸/ فروری

- لتا منگیشکر کے نام (لتا منگیشکر کی موت پر خصوصی پیشکش)، شوکت تھانوی
- اردو میں خردہ گیری کی چند مثالیں، ڈاکٹر خالد ندیم
- جوہرِ قابل لعل محمد جوہر، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- ’دستنبو‘ کے اردو ترجمے کا قضیہ اور رشید حسن خاں، ڈاکٹر ابراہیم افسر

یکم تا ۲۸/ مارچ

- آسمانِ ادب وصحافت کا مریخ: عبدالماجد دریابادی، ڈاکٹر منور حسن کمال
- عصمت چغتائی کا جہانِ ادب، ڈاکٹر حارث حمزہ لون
- کملا داس: وہ شاعرہ جن کی خودنوشت نے ہندستانی معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا، ریحان فضل

یکم تا ۲۸/ اپریل

- ضرب المثل اور اردو میں ضرب الامثال کی لغات (پہلی قسط)، پروفیسر رؤف پاریکھ
- حیدر بیابانی بہ حیثیتِ طنز و مزاح نگار، محمد اسداللہ
- فیض بہ نامِ افتخار عارف، پروفیسر شاہد کمال

یکم تا ۱۴/ مئی

- اردو صحافت کا دوسوسالہ جشن اور حامد انصاری کے فرمودات: زبانیں سرکار کی سرپرستی سے آگے نہیں بڑھتیں بلکہ اپنے بولنے والوں کے بل بوتے پر ترقی کرتی ہیں، پروفیسر اختر الواسع
- ضرب المثل اور اردو میں ضرب الامثال کی لغات (دوسری اور آخری قسط)، پروفیسر رؤف پاریکھ
- مختار مسعود کی خاکہ نگاری ’آوازِ دوست‘ کے حوالے سے، منظور وقار

۱۵ تا ۲۸/ مئی

- پروفیسر کرم غنی خاں عاجز کی یاد میں، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- محمد حسین آزاد بہ حیثیت اردو نظم نگار، ڈاکٹر مہیمنہ خاتون
- مولانا آزاد کی ادبی و سیاسی خدمات، ڈاکٹر مرضیہ عارف

یکم تا ۱۴/ جون

- علامہ شبلی کی خواتین مکتوب الیہ، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- حکیم سیّد ظل الرحمٰن اور اردو کا تقدماتی ادب، پروفیسر صغیر افراہیم
- سہ ماہی ’اردو ادب‘ کا جامعہ ملیہ اسلامیہ پر ’خصوصی گوشہ‘ حاصلِ مطالعہ، سیّد تالیف حیدر

۱۵ تا ۲۱/ جون

- اردو صحافت کی دوصدیاں اور ایک جشن کی کہانی...، پروفیسر اختر الواسع
- آزادی سے قبل اجمیر میں خواتین کی اردو خدمات (پہلی قسط)، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- عشرت ظفر: اردو کا ایک نخلِ ثمر آور، ضیا فاروقی

۲۲ تا ۲۸/ جون

- اردو کی تعلیم کے لیے محبانِ اُردو کی ذمہ داری، عارعزیز
- آزادی سے قبل اجمیر میں خواتین کی اردو خدمات (دوسری اور آخری قسط)، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- بھوپال کا افسانوی ادب: اجمالی جائزہ، یسریٰ راحت
- علامہ شبلی کے غیر مسلم مکتوب الیہ، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

یکم تا ۷/ جولائی

- مصر میں اردو زبان وادب کی تدریس وتحقیق، ڈاکٹر ولاء جمال العسیلی
- بہار کے سکنڈری اسکولوں میں اردو کا حال، انوار الحسن وسطوی
- اردو ادب کے ممتاز محقق اور ناقد پروفیسر گوپی چند نارنگ کے سانحۂ ارتحال پر مختلف ادبی اداروں اور انجمنوں کی جانب سے تعزیتی اجلاسوں کا انعقاد۔ ایک رپورٹ

۸ تا ۱۴/ جولائی

- فیلن کی اردو بہ انگریزی لغت اور اس کے چند دلچسپ اندراجات و اسناد (پہلی قسط)، پروفیسر رؤف پاریکھ
- پروفیسر حمیداللہ خاں عرشی کی یاد میں، ڈاکٹر معین الدین شاہین
- علامہ شبلی کے غیر ملکی مکتوب الیہ، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

۱۵ تا ۲۱/ جولائی

- پروفیسر گوپی چند نارنگ اور ابرار کرتپوری کے سانحاتِ ارتحال، پروفیسر اختر الواسع
- فیلن کی اردو بہ انگریزی لغت اور اس کے چند دلچسپ اندراجات و اسناد (دوسری اور آخری قسط)، پروفیسر رؤف پاریکھ
- ڈاکٹر نریش اور ان کی کتاب ’ہماری رسمیں‘، ڈاکٹر رضیہ حامد

۲۲ تا ۲۸/ جولائی

- اردو کے تین منفرد و باصلاحیت صحافی، عارف عزیز
- مشتاق احمد یوسفی کی نثر میں صنائع و بدائع، محمد نسیم
- مظفر حنفی: چند یادیں، چند باتیں، ڈاکٹر شیخ رحمٰن اکولوی

یکم تا ۷/ اگست

- اردو کا پہلا ساہتیہ اکادمی ایوارڈ یافتہ ادیب: خان بہادر ظفر حسین خاں، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- فنیشور ناتھ رینو: ایک بہترین ادیب و ناول نگار، ڈاکٹر ریحان احمد قادری

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : اصیلا آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی–110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Asila Offset Printers, 1307-08, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002, Editor: ***Dr Ather Farouqui***